اللہ پاک موجود ہے، تو دنیا میں ظلم کیوں؟

مفتی محمد نوید رضا عطاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعض اسلام دشمن افراد کی جانب سے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ **اگر اللہ پاک جو کہ عادل اور ہر چیز پر قادر ہے وہ موجود ہے، تو اس دنیا میں ظلم کیوں ہے؟** ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کئی جگہوں پر انسانوں، بچوں، عورتوں پر مختلف انداز میں ظلم ہو رہا ہوتا ہے اور انہیں انصاف سے محروم کر دیا جاتا ہے، اگر اللہ پاک موجود ہے، تو وہ اس ظلم کو کیوں نہیں روکتا، کیا وہ اس ظلم کو روکنے پر قادر نہیں؟ معاذ اللہ عزوجل

سادہ الفاظ میں اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اور انسان کی دنیوی زندگی میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا دار العمل اور انسان کے امتحان و آزمائش کی جگہ ہے۔

امتحان سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے بندوں کو مختلف کاموں کے کرنے اور بعض دیگر اُمور سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس دنیوی زندگی میں بطورِ آزمائش ایسی چیزیں بھی مقرر فرمائی ہیں کہ جن سے انسان کو جانی، مالی اور فکری اعتبار سے آزمایا جاتا ہے۔ کبھی کسی کو فراوانی مال کی چاشنی سے، تو کبھی غریبی و محتاجی کی کڑواہٹ سے، کبھی بیماری و بڑھاپے کی لاچارگی سے، تو کبھی صحت و شباب کی رعنائیوں سے، کبھی کسی نقصان سے، تو کبھی آفات و بَلیّات سے، الغرض مختلف قسم کی آزمائشیں اس دنیا میں مسخر فرما کر اللہ پاک اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور اس امتحان میں کامیاب ہونے والے شخص کو بطورِ جزاء (Reward) قیامت کے دن جنت میں داخل فرمائے گا اور ناکام ہونے والے کو اس کے کیے کا بدلہ سزا کی صورت میں ملے گا۔

دنیوی زندگی مختلف قسم کی آزمائشوں سے گھری ہوئی ہے، اس کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾

ترجمہ کنز العرفان: ”اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔“ (سورۃالبقرہ، آیت155)

اس آیتِ کریمہ میں انسانوں کو دنیوی زندگی میں جن تکالیف سے آزمایا جاتا ہے، اُن کا بیان ہے کہ انسانی زندگی میں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، کبھی خوف و بیماری، تو کبھی تلاشِ رزق کی پریشانی لاحق ہوتی ہے اور یوں انسان اپنی مکمل زندگی میں مختلف قسم کی آزمائشوں میں مبتلا ہوتا ہے، تاکہ اس کی ثابت قدمی و صبر کا امتحان ہو سکے۔

نیز اس دنیا کا دار العمل ہونا نہ صرف قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے، بلکہ عقلی طور پر بھی اگر غور کیا جائے، تو اس دنیا کا دار العمل ہونا واضح ہوتا ہے اور وہ یوں کہ انسان اس دنیا میں جب پیدا ہوتا ہے، تو بچے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر پاتا، بلکہ اپنے کھانے پینے، چلنے پھرنے، حتی کہ قضائے حاجت میں بھی اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے، اُسے اچھے، بُرے، فائدہ و نقصان کسی چیز کی تمیز نہیں ہوتی۔ پھر رفتہ رفتہ اس میں عقل و شعور کی کِرن پھوٹتی ہے اور وہ بلوغت کی منزل طے کرتے ہوئے جوانی میں قدم رکھتا ہے، جہاں اس کی عقل اور جسم و جسمانیت تو اپنے عروج پر ہوتی ہے، لیکن اسی کے ساتھ مختلف قسم کی پریشانیاں اور آزمائشیں اس کے استقبال کے لئے موجود ہوتی ہیں۔ جہاں ایک طرف اپنے اور گھر والوں کے لیے کمانے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے، جس کے لیے وہ رات دن ایک کرتا ہے، تو دوسری طرف جسے اولاد کی خواہش ہوتی ہو، اسے اولاد کے لیے نکاح کی پریشانی ہوتی ہے، کبھی کوئی نوکری چھوٹ جانے کا غم، تو کبھی کاروبار میں نقصان کا خدشہ بے سکونی کا سامان فراہم کرتا ہے، یوں انسان اپنی جوانی کے ایام بھی

حصولِ سکون کی جد وجہد میں گزارتے ہوئے بڑھاپے میں پہنچتا ہے، جو اُسے واپس بچپن کی بے بسی یاد دلا دیتا ہے، جہاں بیماریاں، لاچار گی اور ضُعف، زندگی بے مزہ کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد انسان ایک مسلمہ حقیقت یعنی موت سے جاملتاہے، اس مکمل پراسس (Process) میں اگر کوئی صاحبِ عقل غور کرے، تو جان لے گا کہ یہ جہان کوئی دارِ جزاء (Place of Reward and Punishment) نہیں کہ جس میں کامیاب انسان، سُکون و اطمینان کے ساتھ ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہے اور ناکام انسان ابدی ذلتوں میں غرق ہو کر رہ جائے، بلکہ یہ دار العمل ہے، جہاں اُسے آزمائش و امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ تمام تر تبدیلیاں انسانی زندگی میں پیش آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنت جو کہ دار الجزاء ہے، اس میں مسلمانوں کی عمریں، جسم و جسمانیت ایک ہی طرح کے ہونگے، وہاں دنیوی تبدلیاں نہیں۔ کیونکہ وہ دار العمل نہیں کہ جہاں اس کی آزمائش کی جارہی ہو۔

نیز انسانی عقل یہ کہتی ہے کہ جب اس دنیامیں مال و جان اور عہدہ کے اعتبار سے مختلف الانواع انسان موجود ہیں کہ کوئی امیر ہے تو کوئی غریب، کوئی ساری زندگی بیماری میں صبر کرتے کرتے گزار دیتا ہے، تو کوئی شباب و صحت کی مستیوں میں مسرور، تو ان تمام مختلف الانواع انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدل ملنا چاہیے، ورنہ تو غریب و محتاج اپنی اس حالت پر اعتراض کر سکتا ہے کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ اسی نتیجہ آخرت پر یقین اُس غریب و لاچار انسان کو صبر کا سہارا دیتا ہے کہ یہ جہان دار الجزاء نہیں ہے کہ کسی عمل کے نتیجے میں اِسے ایسی زندگی ملی ہو، بلکہ دار العمل ہے اور اس سے اگلے جہان میں یہاں کیے گئے اچھے بُرے اعمال کا بدل ملے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ انسانی عقل سے بھی اس دنیا کا دار العمل ہونا مسلّم ہے۔

یونہی اس دارِ فانی میں انسان کی مختلف اوقات میں بے بسی بھی قابلِ غور ہے کہ انسان بعض

اوقات وہ کام بھی کر گزر تا ہے جو وہ نہیں چاہتا، اور بعد میں اُسے پچھتاوا ہو تا ہے۔ مثلاً: کمپنی کے مالک کا اپنے پسندیدہ منیجر کو تبدیل کرنا، تاکہ کمپنی مزید ترقی کرے لیکن ہو تا یہ ہے کہ اس منیجر کے بعد کمپنی آئے دن خسارے میں ڈوبتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان نے کئی منصوبے (Plans) اپنے طور پر بنائے ہوتے ہیں، لیکن کچھ ایسا ہو تا ہے کہ سارے منصوبوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ ان تمام مواقع پر انسان کی بے بسی بھی عقل کی دہلیز پر دستک دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ کوئی پوشیدہ طاقت ہے جو اس نظامِ کائنات کو چلا رہی ہے اور اسے یہاں ایک امتحان و آزمائش کے طور پر بھیجا گیا ہے، جس میں اسے صبر و یقین سے کامیابی حاصل کرنی ہے، نہ کہ بطورِ جزاء بھیجا گیا ہے کہ جو کرنا چاہے وہی ہو۔

اسے یوں سمجھیں کہ جس طرح کسی انسان کو مخصوص مدت کے لیے ایک گمنام جگہ پر بے یار و مددگار اکیلے چھوڑ دیا جائے اور اسے ایک ٹاسک (Task) مکمل کرنے کو دیا جائے، تو اس کی عقل پہلی فرصت میں اس بات کا اِشعار کرے گی کہ اسے یہاں کسی انعام میں نہیں بھیجا گیا کہ جس سے لطف اندوز ہو، بلکہ ایک امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے کہ اگر وہ اس میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے، تو انعامات سے نوازا جائے گا، ورنہ خاسر و نامراد ہو گا۔ یونہی اس فانی دنیا میں مخصوص مدت کے لیے انسان کو بے مقصد و فضول نہیں بھیجا گیا، بلکہ امتحان و آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے، جس کا بدل اگلے جہان میں اسے ملے گا۔

جب اس دنیا کا دار العمل ہونا اور انسان کو بطورِ آزمائش بھیجا جانا مذہب و عقل دونوں سے ثابت و مسلّم ہے، تو اگر اس دنیا میں کہیں انسان اپنے اختیار (Free Will) کو استعمال کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں یا کوئی اور برائی سَر انجام دیتے ہیں، تو اس سے اللہ پاک کے موجود نہ ہونے کا نتیجہ کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟

بلکہ دنیا میں کیے گئے ظلم و ناانصافی اور دیگر اچھے بُرے اعمال کا انجام مؤخر ہونا ہی عقل و

شرع کے نزدیک درست ہے۔ اور اس فیصلے کے دن کو مسلمان "یوم قیامت" سے یاد کرتے ہیں کہ جس دن ظالم کو اس کے ظلم کی سزا اور مظلوم کو اس کے صبر کا بہترین بدل عطا ہو گا۔ کیونکہ اگر اسی جہان میں ظالم و مظلوم کا فیصلہ کر دیا جائے، تو یہ دنیوی امتحان و آزمائش کے خلاف ہو گا۔لہذا انسانوں کے مابین ظلم یا کسی برائی کا رُونما ہونا، اللہ پاک کے موجود ہونے یا رُوکنے پر قادر ہونے کے منافی نہیں۔

اس کی ایک عام فہم مثال دنیوی امتحان ہال (Examination Hall) ہے کہ جہاں ممتحن اور امتحان دینے والے موجود ہوتے ہیں اور دورانِ امتحان اگر کوئی طالب العلم غلط جواب پر ٹک مارک کر دے، تو اُستاد اسی وقت سرزنش یا فیل (fail) نہیں کرتا بلکہ امتحان کے بعد رزلٹ میں نتیجہ بیان کیا جاتا ہے، تاکہ اس کے سبب امتحان کا مقصد ختم نہ ہو، تو جس طرح یہاں طالبِ علم کی جوابی غلطی، ممتحن کے موجود ہونے کے منافی نہیں، یونہی بلا تشبیہ و تمثیل دنیا میں ظلم وغیرہ برائی ہونا، خدائے احکم الحاکمین اللہ جل جلالہ کے موجود ہونے کے منافی نہیں۔

ظالموں کا انجام یومِ قیامت کے لیے مؤخر کیا گیا ہے، اور اللہ پاک ان ظالمین کے اعمال سے غافل نہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔" **(سورۃ ابراھیم، آیت 42)**

تفسیر صراط الجنان میں ہے: "اس آیت میں ہر مظلوم کے لئے تسلی اور ہر ظالم کے لئے وعید ہے، نیز اس آیت میں ایک مشہور مقولے کی تائید بھی ہے کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے سننے والے! تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو سزا نہیں دے گا اور نہ

ہی ظالموں سے عذاب موئخر ہونے کی وجہ سے غمزدہ ہونا، کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر عذاب کے صرف ایک ایسے دن کے لیے ڈھیل دے رہاہے، جس میں دہشت کے مارے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔"

(تفسیر صراط الجنان، سورۃ ابراھیم، تحت الآیۃ:42، جلد5، صفحہ192-193، مکتبۃ المدینہ)

اللہ پاک ہمیں حق و باطل میں فرق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

"اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ" آمین

15 جولائی 2026ء